

اسلام کا تصور ریاست

مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: ابو معاویہ رحمانی چوہان

خداوند قدوس نے بنی نوع انسان کو ایک ایسی ممتاز اور منفرد خصوصی فطرت سے نوازا ہے کہ وہ اس حیات مستعار کے ہر لمحہ میں تعاون باہمی اور اشتراک عمل کا محتاج ہے۔ انسان کی اس تمدنی زندگی میں ہر فرد اور جماعت کے لیے ایک دوسرے پر باہمی اشتراک کے باعث کچھ خصوصی حقوق ذمہ ہوتے ہیں جن کے تحفظ اور صیانت کے لیے انسان فطری طور پر ایک ایسے ضابطہ حیات اور قانون اجتماعی کا محتاج ہے جس کی آئینی دفعات انسان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کی متکفل ہوں اور باہمی تعدی اور تجاوز کا انسداد کرے۔

من عناية الله سبحانه بالانسان ان خلق الانسان مدني الطبع لا يتم ارتفاقه الا بصحبته بنى نوعه واجتماعهم وتعاونهم (البدور البازغہ۔ ص ۸۴)

ترجمہ: خداوند قدوس کی عنایات میں سے انسان پر ایک عنایت یہ ہے کہ انسان کو اس طرح کا مدنی الطبع پیدا کیا ہے کہ اس کی زندگی کے منافع اپنے ہم نوع افراد کی صحبت ان کے اجتماع اور باہمی تعاون کے بغیر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔ انسان اپنی اس اجتماعی زندگی کے تحفظ اور باہمی تعاون کو مستحکم کرنے کے لیے فطری طور پر نظام حکومت کا محتاج ہے۔ اسلامی نظام حکومت ہی ایک ایسا نظام ہے جو کہ انسان کی تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی تمام ضروریات ہی کا متکفل ہے اور یہی وہ نظام ہے جو کہ انسان کی اس فطری ضرورت کے تمام مقتضیات کو محیط ہے۔ نظام اسلامی اپنے خصوصی اور ممتاز اوصاف کے اعتبار سے انسان کے تمام اختراع کردہ نظام ہائے حیات سے منفرد ہے۔ اسلامی نظام کو جن خصوصی اوصاف کے باعث برتری حاصل ہے۔ ان میں اسلامی ریاست کے قیام کی غرض و غایت۔ اسلامی ریاست کے تصور اقتدار مجلس شوریٰ، کفالت عامہ اور قانونی مساوات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ انسان کی اس فطری ضرورت کے پیش نظر خداوند قدوس نے اسلامی نظام حکومت کے احکام نازل فرمائے۔ اختصاراً اسلامی نظام حکومت کے خصوصی اوصاف ذکر کیے جاتے ہیں۔

اسلامی نظام حکومت کی غرض و غایت:

اسلامی ریاست کا مرکزی تصور اور اس کے قیام کا محور حصولِ تنعم و تعیش نہیں بلکہ اشاعتِ دین، اعلاء کلمۃ اللہ اور نظام عدل کا قیام ہے۔ اس لیے علماء سیاست نے اسلامی ریاست کی تعریف ان الفاظ سے بیان کی ہے۔

الخلافۃ ہى الرئاسة العامة فى التصدرى اقامة الدين باحياء العلوم الدينية واقامة اركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرص للمقاتلة واعطاء نهم من الفى والقيام بالقضاء واقامة الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابة عن النبى صلى الله عليه وسلم . (ازالة الخفاء، ص ۲، ج ۱)

ترجمہ: خلافت ایک ایسی ریاست عامہ ہے جس سے مقصود احیاء علوم دینیہ کے ساتھ اقامت دین ہے اور ارکان اسلام کا قائم کرنا اور جہاد کا قیام اور جہاد کے متعلق جو امور ہوں جیسے لشکروں کی ترتیب، مجاہدوں کی تنخواہوں کا تقرر اور مال فی میں سے ان کو حصہ دینا قاضیوں کا تعین اور اقامت حدود اور مظالم کا انسداد دینی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔ خلیفہ وقت امور خلافت کو اس اعتبار سے سرانجام دے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نائب ہے۔

اسلامی نظام حکومت اپنے جن اوصاف اور خصوصیات کے باعث دوسرے نظاموں سے ممتاز اور منفرد ہے۔ اگرچہ وہ متعدد اور بے شمار ہیں لیکن ان میں سے سب سے جواہم امر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست ایک نیابتی اور خلافتی حکومت ہے۔ جس میں اقتدار و اختیار اعلیٰ کا سرچشمہ تمام تر خداوند قدوس کی ذات والا صفات ہے۔ اسلامی ریاست کا قانون اللہ کا قانون ہے۔ اس میں حکومت اللہ کی حکومت ہے۔

اسلامی نظام عدل کے اہم فریضہ کی سرانجام دہی کی ذمہ داری کے اعتبار سے اس میں ہر شخص ایک طرح سے خود ہی حاکم ہے اور خود ہی محکوم ہے۔ کیوں کہ اسلامی سلطنت نہ تو خلیفہ وقت کی ملکیت ہے اور نہ ہی اس کے خاندان کی بلکہ ملکیت تو صرف اللہ کی ہے لیکن اس کی نیابت سارے مسلمانوں کا یکساں حق ہے اور ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے حیطہ اختیار میں تحفظ حقوق ریاست اور نظام عدل کے قیام کی جدوجہد اور سعی مسلسل میں مصروف رہے اور خلیفہ وقت کی تمام تر مساعی کا مرکزی محور صرف اور صرف اقامت دین اور نظام عدل کا قیام ہے۔ اسلام کے اس اساسی دستور کی طرف خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا ہے:

ايها الناس قدوليت عليكم ولست بخيركم فان احسنت فاعينوني وان اسأت فقوموني الصدق امانة والكذب خيانة والضعيف فيكم قوى عندى حتى اخذله حقه والقوى ضعيف عندى اخذ منه الحق اطيعوني فى ما اطعت الله ورسوله فاذا عصيت الله ورسوله فاطاعة لى.

ترجمہ: اے لوگو! میں تمہارا ولی مقرر کیا گیا ہوں۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں بھلائی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں برائی کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ سچائی امانت ہے۔ جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق دلوادوں اور قوی ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ اس سے غریب کا حق لے لوں۔ میری اطاعت کروں اس وقت تک جب تک میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتا رہوں۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں۔

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

فروری 2008ء

دین و دانش

نبی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کے مناصب و عہدہ جات طلب زر اور حصول نقیش و تنعم کے لیے نہیں ہوتے بلکہ محض اشاعت دین کے لیے بطور امانت کے باصلاحیت اور متدین اور احساس ذمہ داری کے جذبہ رکھنے والے افراد امت کو تفویض کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے خطبہ میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللہم انی اشہدک علیٰ امراء الامصار فانی بعثتہم ليعلمون الناس دینہم وسنة نبیہم ویقسمون فیہم ویعدلون (ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۶۴)

ترجمہ: اے اللہ! میں شہروں کے عمال پر تجھے گواہ بناتا ہوں۔ میں ان کو صرف اس لیے مقرر کر کے بھیجتا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو ان کا دین اور ان کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت سکھائیں اور ان کے اندر مال فنی تقسیم اور ان کے درمیان نظام عدل قائم کریں۔ اور ایک دوسرے خطبہ میں خود عمال ہی کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

الا وانی لم ابعثکم امراء ولا جبارین ولكن بعثتکم ائمة الہدیٰ یُہتدی بکم فادروا علی المسلمین حقوقہم ولا تضربوہم فتذللوہم ولا تحمدوہم فتفتنوہم ولا تغلقوا الابواب دونہم فیأکل قلوبہم ضعیفہم ولا تستأثروا علیہم فتظلموہم۔

ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ میں نے تم کو حکمران اور سخت گیر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ تمہیں بطور ائمہ ہدایت کے طور پر مقرر کیا ہے۔ تاکہ لوگ تمہارے ذریعے ہدایت حاصل کریں۔ پس مسلمانوں کے حقوق ادا کرو۔ ان کو زد و کوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہو جائیں۔ ان کی تعریفیں نہ کرو کہ وہ (غلط فہمی میں پڑ کر تکبر کے) فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ان کے سامنے اپنے دروازے بند نہ کرو کہ طاقت ور کمزور کو کھا جائیں۔ ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ترجیح نہ دو کہ اس طرح ان پر ظلم نہ کرنے لگو۔

شوری:

قرآن مجید میں مسلمانوں کے خصوصی اوصاف میں سے ایک وصف یہ بیان کی گئی ہے۔ وامر، ہم شوریٰ بینہم اور ان کا نظام باہمی مشورہ پر مبنی ہوگا۔ اسلامی ریاست میں مجلس شوریٰ کو ایک خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کے اندر مجلس شوریٰ کے دائرہ کار کو بھی متعین کیا گیا ہے۔ مجلس شوریٰ میں وہ نئے پیدا ہونے والے حوادث و واقعات زیر بحث آئیں گے۔ جن کے متعلق قرآن مجید و حدیث اور تعامل صحابہ کرام میں کوئی واضح اور غیر مبہم حکم موجود نہ ہو۔ اصحاب شوریٰ ایسے حوادث کے متعلق قرآن و حدیث اور تعامل صحابہ کی روشنی میں شرعی اجتہاد کے ذریعے احکام کا تتبع و تفحص کریں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان قرآن و حدیث کے عالم اصابت رائے تدین اور فقیہانہ بصیرت کے حامل ہوں۔ اصحاب شوریٰ کے اوصاف کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ واضح ہے۔

(۱) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب وسنة فقال ینظر فیہ العابدون من المؤمنین (سنن دارمی، ص ۲۸)

ترجمہ: تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا ذکر نہ تو کہیں

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

فروری 2008ء

دین و دانش

قرآن میں ہوا اور نہ سنت میں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ اس معاملہ پر مسلمانوں کے صالح لوگ غور کر کے اس کا فیصلہ کریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح منقول ہے:

(۲) عن علی قال قلت یا رسول اللہ ان اعرض لی امر لم یزل قضاء فی امرہ ولا سنة تأمرنی؟ قال تجعلونه

شوری بین اهل الفقه والعابدين من المؤمنین ولا نقض فیہ برأیک خاصة (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر میرے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا ذکر قرآن مجید میں نازل نہ ہوا ہو اور نہ ہی اس کا ذکر سنت میں ہو تو اس معاملہ میں آپ مجھے کیا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کو قانون اسلامی میں بصیرت رکھنے والوں اور عبادت گزار صالحین کے مشورہ سے طے کرو اور اس میں تنہا اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہ کرو۔

کتب سیرت و حدیث میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ وہ امور کہ جن کے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی واضح ہدایت موجود نہ ہو تو آپ جلیل القدر صحابہ کے مشورہ سے ان امور کا فیصلہ کرتے تھے۔ چنانچہ میمون بن مہران سے روایت ہے کہ:

حدثنا میمون بن مہران فقال کان ابوبکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ تعالیٰ فاذا وجد فیہ ما یقضی بینهما قضی بہ وان لم یکن فی الكتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک الامر سنة قضی بہ فان اعیاه خرج فسئل المسلمین وقال اتانی وکذا فهل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی ذالک بقضاء فرما اجتمع الیہ النفر کلہم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع رؤس الناس وخیارہم فاستشارہم فاذا اجتمع رأیہم علی امر قضی بہ (سنن دارمی)

ترجمہ: ہم سے میمون بن مہران نے روایت بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جس وقت کوئی فریق معاملہ یا مقدمہ لاتے تو آپ پہلے اس پر کتاب اللہ کی روشنی میں غور کرتے۔ اگر اس میں ان کو کوئی ایسی چیز مل جاتی جس سے ان کے معاملہ کا فیصلہ ہو سکتا تو اس کے مطابق وہ فیصلہ کر دیتے اور اگر کتاب اللہ میں ان کو اس فیصلہ کے لیے کوئی چیز نہ ملتی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کوئی چیز نہ پاتے اور تلاش کر کے تھک جاتے تو پھر نکل کر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ میرے سامنے اس طرح کا معاملہ آیا ہے کیا کسی شخص کے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ ہے جو اس قسم کے معاملہ سے متعلق ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ کے پاس متعدد ایسے اشخاص جمع ہو جاتے جو اس قسم کے معاملہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ بیان کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ امت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت نہ ملتی تو پھر قوم کے سربراہ اور پسندیدہ افراد کو جمع کر کے ان سے

مشورہ کرتے اور پھر وہ کسی بات پر اتفاق کر لیتے تو اس کے مطابق وہ اس معاملہ کا فیصلہ کر دیتے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کتب سیرت میں ہے کہ:

كان من سيرة عمر رضي الله عنه انه كان يشاور الصحابة وينظرهم حتى تنكشف الغمة وتأتيه الخلق فصار غالب قضاياه وفتاواه متبعة في مشارق الارض ومغاربها. (حجة الله البالغة، ج ۱، ص ۱۳۲)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریق کار یہ تھا کہ وہ معاملات میں صحابہ سے مشورہ کرتے اور ان سے بحث کرتے۔ یہاں تک کہ الجھن دور ہو جاتی اور دل پوری طرح مطمئن ہو جاتا۔ یہ اس کا اثر ہے کہ ان کے فتوے اور فیصلے تمام مشرق اور مغرب میں معمول بن گئے۔

کتب تاریخ و سیرت میں متعین طور پر اصحاب شوریٰ میں جن حضرات کے اسماء گرامی مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

کفالت عامہ:

اسلامی ریاست کی مدار چونکہ اس امر واقعی پر ہے کہ اقتدار کا سرچشمہ خداوند قدوس کی ذات والا صفات ہے۔ اس لیے انسان دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ نیابت اور خلافت کا منصب جلیل اولاً اور بالاصالہ انبیاء علیہم السلام کے لیے ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کے لیے آپ کے توسط سے حاصل ہے۔

قاضی بیضاوی آیت انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

والمراد به آدم عليه السلام لانه كان خليفة الله تعالى في ارضه و كذا لك كل نبى استخلفهم في عمارة الارض وسياسة الناس وتكميل نفوسهم وتنفيذ امريهم .

ترجمہ: اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ کیوں کہ وہ اس کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خلیفہ بنایا۔ زمین کی آبادی اور لوگوں کی نگرانی اور نفوس کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے میں۔

اس لیے اسلامی ریاست میں خلیفہ وقت کا فرض ہے کہ وہ اس دنیا میں رب العالمین کی ربوبیت کا مظہر بن کر ایک ایسا صالح نظام قائم کرے جو ایک طرف روحانی اور اخلاقی برتری کا ضامن ہو تو دوسری طرف سیاسی تمدنی اور معاشی ترقی و کمال کا بھی متکفل و حامل ہو۔ انہی وجوہ کی بناء پر اسلامی ریاست جہاں عوام کے اخلاق کو درست کرنے کا انتظام کرتی ہے۔ وہاں اس بات کا بھی انتظام کرتی ہے۔ اسلامی ریاست کے اندر رہنے والا کوئی فرد بھی زندگی کی بنیادی ضرورت سے محروم نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

دین و دانش

فروری 2008ء

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

السلطان ولی من لا ولی له . حکومت ہر اس شخص کی دست گیر و مددگار ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔
ایک دوسرا فرمان ہے: انا وارث من لا وارث له اعقل له ۔ میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں۔
اس کی جانب سے دیت ادا کروں گا۔ (اگر اس کے ذمہ واجب الادا ہوگی)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کفالت عامہ کا بہت ہی اچھا انتظام فرمایا اور برسر اعلان فرمایا کہ
انی قد فرضت بكل نفس مسلمة فی شهر مُدَّتْ حنطة وقطی خل .
میں نے ہر مسلمان فرد کے لیے فی ماہ دو من گندم اور دو قط سرکہ کے مقرر کیے ہیں۔
اگر بیت المال میں اتنی گنجائش نہ ہو تو پھر یہ شہر کے اغنیاء پر لازم ہے کہ اس شہر کے فقراء کی کفالت کریں اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالہم بقدر ما ینکفی فقراءہم فان جاعوا او عروا وجہد
وافیمنع الاغنیاء حق علی اللہ تعالیٰ ان ینحسبہم یوم القیمة ویعذبہم علیہ . (الحلی، ص ۱۵۸)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے احوال پر ان کے غریب بھائیوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا
فرض کر دیا ہے۔ پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں۔ محض اس بناء پر کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے تو
اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی باز پرس کرے گا اور اس کو تباہی پر ان کو عذاب دے گا۔

مساوات:

اسلامی ریاست میں نظام عدل اور قانون کی بالادستی کے لحاظ سے ہر شخص برابر ہے۔ حکومت الہیہ میں شرافت اور
بزرگی کا معیار کسی خاص قبیلہ اور گروہ سے مختص نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری شرافت کا معیار ہے۔ قرآن حکیم نے
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقٰكُمْ کہہ کر صرف انسانی اعمال کو شرف و احترام کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

یا معشر قریش ان اللہ قد اذهب منکم نخوة جاهلیة وتعظمها بالآباء الناس من آدم و آدم من تراب
(ابن ہشام، ص ۲۱۲، ج ۲)

ترجمہ: اے گروہ قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹا دیا ہے۔ تمام انسان آدم کی نسل سے ہیں
اور آدم مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اعلان فرمایا کہ:

لیس للعربی فضل علی اللعجمی والالعجمی فضل علی العربی کلکم ابناء آدم و آدم من تراب .

ترجمہ: عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب کے سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

ایک دفعہ قریش کے ایک معزز خاندان بنی خزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور چوری کی سزا اسلام میں قطع ید

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

فروری 2008ء

دین و دانش

ہے۔ بعض لوگوں نے اس عورت کی خاندانی عظمت کے پیش نظر اس کے لیے قانون میں کچھ رعایت حاصل کرنا چاہی۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت کو محبوب تھے) درخواست کی گئی کہ وہ اس عورت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کریں۔ انھوں نے لوگوں کے اصرار پر مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی۔ آپ نے ان کی اس سفارش پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا پھر لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے پہلے بہت سی قومیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی معمولی آدمی ارتکاب جرم کرتا تو اسے سزا دیتے مگر جب کوئی با اثر آدمی یہ حرکت کرتا تو اس سے درگزر کرتے۔ اس کے بعد نہایت ہی زور کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ: **والذی نفس محمد بیدہ لو سرقتم فاطمة بنت محمد لقطعت یدھا۔**

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سپہ سالار کو ضروری ہدایت دیتے ہوئے اس اصول مساوات کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی:

ليس بين الله وبين احد بنسب الا بطاعة فالناس شريفهم وضعيهم في دين الله سواء .
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور کسی شخص کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے مگر اس کی اطاعت اس وجہ سے خدا کے قانون میں شریف اور حقیر سب کے سب برابر ہیں۔

اسلامی ریاست کی یہی وہ خصوصیات ہیں کہ جن کے باعث حکومت الہیہ کو ظل اللہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

السلطان ظل الله في الارض يأوى اليه كل مظلوم من عباد الله
ترجمہ: صالح حکومت زمین میں اللہ کے امن کا سایہ ہے۔ جس کے دامن میں بندگان الہی میں سے ہر مظلوم پناہ پاتا ہے۔



دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور
اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

علماء حق کا ترجمان

المیزان

ناشران و تاجران کتب

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762